ستمبر 2026ء

ماہنامہ

سبقِ پھر پڑھ

لاہور

بیاد

بابائے خلافت' چودھری رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دارُالسّلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کُرّۂ ارض پر معرضِ وجود
میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

الخلافۃ
تحریکِ عظمت اسلام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پتہ اور دنیا میں دینِ حق کو سر بلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

نام	صفحات
1- اسلام پر کیا گزری	16
2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟	16
3- ہماری سمت درست نہیں	16
4- خلافت، فیوض و برکات	08
5- ہمارا تعارف اور ہدف	04
نوٹ: 1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔ 2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تاکہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔ 3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔ 4- طلبا و طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔	

ملنے کا پتہ: دارالسلام (4 - B / 29) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 0300 - 8425428

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر
سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بَلِّغۡ

مَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ

مُدیر

چودھری رحمت علی مرحوم بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات وواجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ ''سبق پھر پڑھ'' کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کر کے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہو سکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ :-/30 روپے
سالانہ :-/300 روپے

بیرونِ پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں، جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبقِ پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد:34 شمارہ : 09 ربیع الاول 1448ھ ستمبر 2026ء

اس شمارے میں

☆ اداریہ: کثرت رائے حقائق کی روشنی میں ۔۔۔۔۔۔۔۔04
☆ فریضۂ شہادت علی الناس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔09

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دارالسلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

کثرت رائے حقائق کی روشنی میں

ادار یہ......عطا محمد جنجوعہ

ملتِ اسلامیہ اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا رہی اور دوسروں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تلقین کرتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت ووقار سے سرفراز کیا۔ جب روگردانی کرلی تو وہ اقوامِ مغرب کی غلام بن گئی۔ محکومی کے دور میں جمہوری نظام مسلم دنیا میں سرایت کر گیا۔ برصغیر کے نامور مفکرین نے برملا اظہار کیا کہ برطانیہ اس فرض کی تکمیل میں مصروف ہے جسے ہم مسلمان نامساعد حالات کی وجہ سے بجالانے سے قاصر ہو گئے۔ علامہ محمد اقبالؒ ان میں منفرد حیثیت کے حامل تھے جنہوں نے حقائق کے ادراک کے بعد نظریہ تبدیل کرنے میں عار محسوس نہیں کی اور اظہار خیال کیا کہ مغربی جمہوریت استعماریت ہی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام

چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

حیرت ہے اُن مذہبی قائدین پر جنہوں نے حق وباطل کو پرکھنے کے لیے کثرت رائے کو معیارِ حق بنالیا اور جمہوری نظام کو اسلام کی روح ثابت کرنے کے لیے عمر بھر دینی صلاحیتوں کو صرف کیا۔ پاکستان کی مذہبی جماعتیں پون صدی تگ ودو کے باوجود پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل نہ کرسکیں لیکن پھر بھی اپنے موقف پر قائم ہیں جو غور وفکر کا مقام ہے۔

دنیا کی کل آبادی چھ ارب سے تجاوز کر چکی ہے جن میں مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ارب سے زائد ہے۔ خالق کائنات کی وحدت ویکتائی سے متعلق کم وبیش ساڑھے چار ارب

غیر مسلموں کا نظریہ درست ہے یا ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا؟ ڈیڑھ ارب مسلم آبادی میں خواندہ کم اور ناخواندہ زیادہ' کیا خواندہ اور ناخواندہ کی رائے برابر ہے؟

آپ کسی بھی یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم طلبہ سے تعلیمی کارکردگی کا جائزہ لیں تو آپ کو قرآن فہمی وسیرت شناسی کا ادراک رکھنے والے کم ملیں گے جبکہ اداکار' فنکار اور کھلاڑیوں کا شجرہ نسب وکارکردگی پر عبور رکھنے والے زیادہ ہوں گے۔ شرعی امور پر بحث مباحثہ میں کیا ان کی رائے کو وزن دار قرار دیا جاسکتا ہے؟ شہری محلّہ یا گاؤں کی مسجد میں نمازیوں کی اوسط معلوم کریں اور اس سے ملحقہ آبادی کو شمار کریں' یقیناً بے نماز زیادہ اور نمازی کم ہوں گے۔ **حی علی الفلاح** کی آواز سن کر لبیک کہنے والوں میں خشیت الٰہی زیادہ ہے یا ٹی وی پر ڈرامہ دیکھنے والوں میں۔

اسلامی علوم وفنون میں ماہرین کی زندگی کا جائزہ لیں تو آپ کو ان میں گفتار کے غازی زیادہ نظر آئیں گے لیکن اخلاقی ومالی معاملات میں کردار کے غازی کم ملیں گے۔

ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کرنے والے مسلمان کو صحابی کہا جاتا ہے' جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوالیس ہزار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مغفرت کے اعزاز سے نوازا لیکن ان میں عشرہ مبشرہ صحابہ کرام کا مقام ارفع واعلیٰ ہے۔ نبی کریم ﷺ خصوصی معاملات میں ان ہی سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مجلسِ شوریٰ یکے بعد دیگرے انہیں خلافت کے عہدہ پر فائز کرتی رہی۔ خلفاء راشدین اپنے دور میں دیگر صحابہ کرام کے مقابلہ میں بدری صحابہ کرام کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔ غور کریں کہ کیا عشرہ مبشرہ یا بدری صحابہ کرام کو بالغ رائے دہی پر منتخب ہونے پر اعزاز حاصل تھا؟

ملتِ اسلامیہ کے لیے قرآن حکیم سے بڑھ کر محکم دلیل نہیں۔ اللہ علیم نے واضح

انداز میں فرما دیا کہ معاشرہ میں رہنے والوں کی اکثریت نافرمان‘ ناشکرے‘ توہم پرست‘ فاسق‘ مشرک‘ فاجر‘احمق‘ جاہل اور بے عقل لوگوں کی ہے۔

’’بے شک اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔‘‘(البقرہ:243)

’’ہاں اکثر لوگ یقیناً اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔‘‘(الروم:8)

’’اور اکثر لوگ نافرمان ہی ہوتے ہیں۔‘‘(المائدہ:49)

’’ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں۔‘‘(یوسف:106)

’’آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے اکثر گناہ کے کاموں کی طرف اور ظلم وزیادتی کی طرف اور مال حرام کھانے کی طرف لپک رہے ہیں‘ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ نہایت بُرے کام ہیں۔‘‘(المائدہ:62)

’’قیامت بالیقین اور بے شبہ آنے والی ہے لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔‘‘(المومن:59)

’’یہ اللہ کی نعمتیں جانتے پہچانتے ہوئے بھی ان کے منکر ہو رہے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔‘‘(النحل:83)

’’بلکہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔‘‘(العنکبوت:63)

’’کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں‘ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔‘‘(الفرقان:44)

’’لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔‘‘(الانعام:111)

’’ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے‘ اسی وجہ سے منہ موڑے ہوئے

ہیں۔‘‘(الانبیاء:24)

گمان‘ نفسانی خواہشات اور من گھڑت نظریات کا نام ہے جبکہ حق سے مراد اللہ کا نازل کردہ دین اور شریعت ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

’’اوران میں سے اکثر لوگ صرف گمان پر چل رہے ہیں۔یقیناً گمان‘ حق (کی معرفت) میں کچھ بھی کام نہیں دے سکتا یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے۔‘‘(یونس:36)

ارکانِ پارلیمنٹ حق کو نظر انداز کر کے ذاتی‘ جماعتی اور علاقائی مفاد کو مدِنظر رکھ کر فیصلے کرتے ہیں۔اللہ نے قرآن میں واضح فرمادیا:

’’اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے‘ حق تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچادی ہے لیکن وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔‘‘(المومنون:71)

اللہ ذوالجلال نے اپنے حبیب احمد مجتبیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے امتِ محمدیہ کو اکثریت کی پیروی اور قیاس آرائی سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

’’(اے محمد ﷺ) اگر آپ زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے کہنے پر چلیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔وہ تو محض ظن کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔‘‘(الانعام:116)

پارلیمنٹ یا پرائیویٹ تحقیقی ادارے حق یعنی قرآن وسنت کے واضح احکام کے باوجود عوامی رجحانات یا سرکاری ہدایات کے مطابق کثرت رائے کی بنیاد پر قانون سازی کرتے ہیں‘ وہ اسلام کی خدمت نہیں مغرب کی تقلید کا نتیجہ ہے۔

جمہوریت میں رائے دینے والوں کے سروں کو شمار کیا جاتا ہے۔علامہ محمد اقبال نے خوب کہا ہے۔

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

جبکہ اسلام میں رائے کو پرکھ کر وزن کیا جاتا ہے۔

روز محشر نیکیوں کو گننے سے کہیں زیادہ نیت و اخلاص کے ترازو میں تولا جائے گا۔اس کو سمجھنے کے لیے غور کریں کہ ایک مسلمان سعودی عرب میں مقیم بیٹے کو ملنے کے لیے جاتا ہے اور وہ حج کے فرائض بھی ادا کرتا ہے۔دوسرا مسلمان اللہ کی رضا کے لیے سفر کی صعوبت برداشت کرتا ہے' کیا دونوں کا درجہ برابر ہے؟ ایک نماز پڑھتا ہے اللہ کی خوشنودی کے لیے' دوسرا دوکانداری چمکانے کے لیے' ایک نمازی خشوع و خضوع سے سجدہ' رکوع کرتا ہے' دوسرا کوے کی طرح ٹھونگیں مارتا ہے۔کیا دونوں کا درجہ برابر ہے؟ ایک مومن خیرات کرتا ہے' دوسرے ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا۔دوسرا مسلمان احسان جتلاتا ہے۔کیا وہ اجر و ثواب میں برابر کے حق دار ہیں؟ ہرگز نہیں؟ روزِ محشر ان نیک اعمال کا وزن زیادہ ہوگا جن میں خشیتِ الٰہی زیادہ ہوگی۔میزان میں انہی کا وزن بھاری ہوگا۔اسی طرح پیش آمدہ شرعی نوعیت کے قومی مسائل میں جس شخص کی رائے قرآن وسنت کے ترازو میں وزنی ہوگی' اسے ہی فوقیت حاصل ہوگی۔جبکہ دنیوی امور سے متعلق جس رائے میں اُمت مسلمہ کے مفاد کے امکان زیادہ ہوں گے اس کو ترجیح حاصل ہوگی۔اسلام میں کثرت وقلت کی بجائے رائے کو وزن کرنے کا تصور ہے جس میں ایک فرد کی رائے کثرت کی رائے پر بھاری بھی ہوسکتی ہے اور ہلکی بھی۔اللہ ہم کو فہم کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

فریضۂ شہادت علی النّاس

......چودھری رحمت علی (مرحوم)

ظاہر ہے آخری رسول ﷺ کی آمدورفت کے بعد اور قیامت سے پہلے کئی انسانی نسلوں کو ابھی معرضِ وجود میں آنا تھا لہٰذا ان لوگوں تک ہدایات کو پہنچانے کے متبادل طریقے کی ضرورت تھی جو براہ راست ایسے گھرانوں میں جنم نہ لے سکیں جو پہلے سے مسلمان ہوں لہٰذا سلسلۂ نبوت ختم کرتے وقت طے کر دیا گیا کہ آج سے غیر مسلموں کو ہدایات ان لوگوں کے ذریعے پہنچائی ہوں گی جو خود مسلمان ہوں یعنی اس دنیا کے ایک موڑ پر پہنچ کر خط کھینچ دیا گیا کہ آج سے ''شہادتِ حق'' کا جو فرض پیغمبروں کے ذمے تھا' آج کے بعد یہ فریضہ اپنے اپنے وقت کی موجود امتِ مسلمہ کا ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں رسالت وابلاغ کی تین کڑیاں ہوئیں جن پر مختصراً روشنی ڈالی جاتی ہے۔

رسالت وابلاغ کی تین کڑیاں

رسالت وابلاغ کی تین کڑیوں کا ذکر ہمیں ایک ہی رکوع یعنی سورۂ حج کے آخری رکوع میں ملتا ہے۔ پہلی دو کڑیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

''اللہ یصطفی من الملٰئکة رسلا ومن الناس ط ان اللہ سمیع بصیر'' ٥

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لئے) ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی' وہ سمیع وبصیر ہے''۔

انسانوں میں سے ان چیدہ اور برگزیدہ ہستیوں کو تو اکثر نبی اور رسول کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے جو حاملِ وحی تھیں۔ حضرت جبرائیلؑ کو بھی جو وحی کو پیغمبروں تک پہنچانے کا فرض ادا کرتے رہے۔ قرآنِ کریم میں بعض مقامات پر رسول کے لقب کے ساتھ ہی ملقّب کیا گیا۔ چنانچہ مریمؑ کو جب ایک لختِ جگر کے پیدا ہونے کی نوید دی گئی تو فرشتے نے خود کو ''تیرے رب کی

طرف سے رسول'' کہا۔ ملاحظہ ہو:

واذکر فی الکتٰب مریم م ر اذانتبذت من اھلھا مکانا شرقیاo فاتخذت من دونھم حجابا قف فارسلنآ الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا o قالت انیٓ اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیاo قال انما انا رسول ربک صلے لاھب لک غلٰما زکیا o ''اور اے محمد! اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو جبکہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب گوشہ نشیں ہوگئی تھی اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح (فرشتے) کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہوگیا مریم یکایک بول اٹھی کہ اگر تو کوئی خداترس آدمی ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اس نے کہا میں تو تیرے رب کی طرف سے رسول ہوں اور اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکے کی بشارت دوں.....'' (۱۹:۱۶-۱۹)

پیغام رسانی کی ان دو کڑیوں کے ذکر کے بعد تیسری کڑی کا ذکر اسی رکوع کی آخری آیت میں کیا۔ مومنین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا

وجاھدوا فی الہ حق جھادہ ط ھو اجتبٰکم ...... لیکون الرسول شھیدا علیکم وتکونوا شھدآء علی الناس ۔''اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے......اس نے تمہیں چن لیا ہے تا کہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو''۔

چناؤ اور پیغام رسانی کی یہ ہے وہ ذمہ داری جو نہ کسی پہلے پیغمبرؑ کی امت کو سونپنے کی ضرورت تھی اور نہ ہی سونپی گئی لیکن یہ سعادت و ذمہ داری کائنات کی زندگی کے اس موڑ پر پہنچ کر جس پر پیغام رسانی کی پہلی دونوں کڑیوں کو ختم کر دیا گیا آخری رسول ﷺ کی امت کو تا قیامت سونپی گئی اور چونکہ وحی کو اس کے مخزن سے لانے کی دونوں کڑیاں ختم کر دی گئیں لہٰذا دین کو ہی مکمل کر دیا گیا تا کہ مخزن سے مزید وحی لانے کی ضرورت ہی نہ رہے ملاحظہ ہو ارشادِ باری تعالیٰ:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ط ''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام

کردی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے'' (۳:۵)

قرآنِ کریم میں جس جگہ بھی رسول اللہ ﷺ کی امت کو بحیثیت مجموعی آگے لانے کا مدعا و مقصد بیان کیا گیا ہے وہیں شہادتِ حق اور پیغام رسانی کے اس فریضے کا کھول کر ذکر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

وکذٰلک جعلنٰکم امة وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا ط ''اور اسی طرح تو ہم نے تم کو ایک ''امتِ وَسَط'' بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ'' (۲:۱۴۳)

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ ط ''اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو'' (۳:۱۱۰)

ایک جگہ پر پوری امت میں سے ایسے چیدہ گروہ جس کے پاس قوت بھی ہو یعنی خلافت کا مقصدِ اولیں بھی یہی دعوت و تبلیغ اور انداز قرار دیا۔ فرمایا (ترجمہ) ''تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہ ہی فلاح پائیں گے'' (۳:۱۰۴)

ان آیات کی رُو سے مسلمانوں پر شہادتِ حق کی ذمہ داری اُسی طرح فرض ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ پر یہ ذمہ داری انفرادی حیثیت میں امت پر قائم کرنے کی تھی ''رسول تم پر گواہ اور تم لوگوں پر گواہ'' سے بالکل عیاں ہے کہ شہادت علی الناس کا جو فرض حضور ﷺ پر بحیثیت رسول کے تھا آپؐ کے بعد آپؐ کی امت کی طرف منتقل ہوا اور اب رہتی دنیا تک اس امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر دور، ہر ملک اور ہر زبان میں لوگوں پر اللہ کے دین کی گواہی دے۔ اگر وہ اس فرض میں کوتاہی کرے گی تو ان لوگوں کی گمراہیوں میں شامل ہوگی جن پر یہ شہادت قائم نہ کرسکی۔

چند ایک مفسرین نے اس شہادت کو عام طور پر آخرت کے متعلق مانا ہے۔ ان کا کہنا یہ

ہے کہ یہ امت آخرت میں انبیاء کی تاکید میں گمراہوں کے خلاف شہادت دے گی کہ باری تعالیٰ ان گمراہوں نے باوجود اس کے کہ ان پیغمبروں نے اللہ کا دین ان تک پہنچایا' گمراہی کی روش اختیار کی۔ ہمارے نزدیک یہ تفسیر قرینِ قیاس نہیں جلیل القدر پیغمبروں کی گواہی کی تصدیق کے لئے ایک امت کو لا کھڑا کرنا ویسے بھی نہیں جچتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آخری امت قیامت کو بھی گواہ بن کر اٹھے گی لیکن یہ شہادت اسی ضمن میں ہوگی جس طرح ہر پیغمبر اپنی اپنی امت پر یہ گواہی دینے کے لئے اٹھے گا کہ اس نے پیغامِ وحی ان تک ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا اور اصل پیغام رسانی کی یہ ذمہ داری وسعادت جو اس امت کے لئے خاص ہے اسے گواہی کے منصب پر کھڑا کرے گی اور وہ بھی ان ہی لوگوں پر جن پر اپنے اپنے وقت میں اسے پیغام پہنچانا چاہئے تھا۔ بالفاظِ دیگر جس طرح ہر پیغمبرؑ اپنی اپنی امت جس پر شہادتِ حق قائم کرنا اس کا فرض تھا گواہ بن کر اٹھے گا۔ اسی طرح یہ شہادت حق کی ذمہ دار امت اپنے اپنے وقت کے غیر مسلموں پر گواہ بن کر اٹھے گی۔ یہ بتانے کے لئے کہ اس نے شہادت حق کا فریضہ ادا کیا یا نہیں۔ یہیں سے اس بات کا تجزیہ کرنا ضروری ہوگیا کہ فریضۂ شہادتِ حق ہے کیا جو اس امت پر ڈالا گیا۔ نیز یہ اسے کس حد تک پورا کر رہی ہے اور اگر نہیں کر رہی تو اسے کس انجام سے دوچار ہونا لازمی ہے؟

فریضۂ شہادتِ حق

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں آخرت کی جوابدہی کے لئے ضروری ہے کہ ہر انسان جان لے کہ اس کا رب کیا چاہتا ہے کیونکہ اگر کسی کو پتہ ہی نہیں کہ اس کے خالق کی مرضی کیا ہے تو اس سے کیسے پوچھا جاسکتا ہے کہ وہ اس کی مرضی کے خلاف کیوں چلا؟ کج روی پر مواخذہ کیسے ہوسکتا ہے جب راہِ راست کا شعور ہی نہ ہو بلکہ کج روی اور راست روی کی تمیز تب ہی ممکن ہوسکتی ہے جب اس کی حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں شہادتِ حق کا فریضہ اتنا اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے جو باز پُرس اور جزا وسزا کا قانون وضع کر رکھا ہے اس کی ساری بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ شہادتِ حق کے بارے میں اتمامِ حجت قائم ہوئی یا نہیں۔ اس فرض پر اسی اہمیت

کے پیشِ نظر اللہ کے پیغمبروںؑ نے مصائب ومشکلات برداشت کیں۔گمراہ انسانوں نے ان پر طعن و تشنیع کی حد کردی۔ان کا بائیکاٹ کیا گیا۔جلاوطنی کی زندگی پر مجبور کیا گیا۔آگ کے الاؤ میں ڈالا گیا۔ان کی مُشکیں کسی گئیں۔وہ پھانسی پر لٹکائے گئے۔پرائے دیس میں بھی ان کو چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا‘ صبح وشام ان کے ساتھی گاجر مولی کی طرح شہید کئے گئے‘ پوری پوری زندگیاں انہیں للکار پکار کی زد میں رکھا گیا۔حتیٰ کہ وقت کا رسول اوراس کے ساتھی پکار اٹھے‘ مولا کہاں ہے تیری وہ مدد جس کا تونے وعدہ ان لوگوں سے کررکھا ہے جو تیری راہ میں تن من دھن کی بازی لگا دیں؟ ملاحظہ ہو:

’’پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا حالانکہ تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ ان پر سختیاں گزریں‘ مصیبتیں آئیں‘ ہلا مارے گئے حتیٰ کہ وقت کا رسول اوراس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد قریب ہے‘‘ (۲:۲۱۴)۔

اللہ کے پیغمبروں کو تو کسی نہ کسی درجہ پسِ پردہ حقیقت کا مشاہدہ کرایا ہوتا ہے لہٰذا وہ جیتے جی کب گوارا کرسکتے ہیں کہ جو انسان تباہی و بربادی کی طرف بڑھ رہے ہیں انہیں بڑھنے دیا جائے؟ ان کی بہبود کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضرت نوحؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر ساڑھے نو سو سال تک تگ ودو کرتے رہے جیسے ماں اپنے بچوں کو ترغیبات دے دے کر ہدایت کی طرف لاتی ہے۔ نوحؑ منتوں اورواسطوں کی زبان میں اپنی قوم کو راہ راست کی طرف لاتے رہے لیکن جو برتاؤ قوم سے انہیں ملا ملاحظہ ہو قرآنِ کریم کی زبان میں:

’’اس نے (نوحؑ) عرض کیا اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو شب و روز پکارا مگر میری پکار نے ان کے فرار ہی میں اضافہ کیا اور جب بھی میں نے ان کو بلایا تاکہ تو انہیں معاف کردے انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس دیں اوراپنے کپڑوں سے منہ ڈھانپ لیا اوراپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔میں نے انہیں ہانکے پکارے دعوت دی پھر میں نے اعلانیہ بھی ان کو تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا‘ تمہیں مال اوراولاد سے نوازے گا‘

تمہارے لئے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا‘ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے لئے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟'' (۷۱:۶-۱۳)

اس پوری کشمکش کے نتیجہ میں صرف چند نفوس جو ایک کشتی میں سما گئے ہدایت یاب ہوئے لیکن ناکام ہوئی تو نوحؑ کی قوم خود نوحؑ کامیاب تر قرار دیئے گئے۔ صرف اس لئے کہ انہوں نے تو رسالت و ابلاغ کا حق ادا کر دیا۔ پیغمبروںؑ میں سے حضرت یونسؑ سے اس بارے میں قدرے چوک ہو گئی لہٰذا فوراً گرفت میں آ گئے۔ معافی ہوئی تو گڑ گڑا کر معافی مانگنے سے‘ ملاحظہ ہو:

''اور مچھلی والے کو بھی ہم نے نوازا۔ یاد کرو جب کہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ آخر کو اس نے تاریکیوں سے پکارا نہیں ہے کوئی الٰہ مگر تو‘ پاک ہے تیری ذات بے شک میں نے قصور کیا۔ تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی اور اسی طرح ہم مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں'' (۲۱:۸۷‘۸۸)

لوگوں کو راہِ ہدایت کی طرف لانے کی فکر رسول اللہ ﷺ کو اس شدت سے بے قرار و بے چین رکھتی تھی کہ باوجود اپنی پوری قوتیں اس کام میں کھپانے کے آپ اس قدر متفکر رہتے تھے کہ بارہا اللہ تعالیٰ کو خود کہنا پڑتا تھا کہ پیغمبر‘ آپ کا کام تو صرف پہنچا دینا ہے۔ آپ کیوں اتنی جان گھول رہے ہیں؟ ملاحظہ ہو:

''اے محمد ﷺ! شاید تم اس غم میں اپنی جان کھو دو گے کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے'' (۲۶:۳)۔

''رسول کی زمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ صاف صاف حکم پہنچا دے'' (۲۴:۵۴)۔

ان تسلیوں اور تلقینوں کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا دل گداز و جاں گسل کیفیت میں شب و روز گذارنا قدرتی امر تھا کیونکہ ان کو فریضۂ شہادت ایک چیلنج کے طور پر سونپا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو:

''اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے‘ اٹھیے اور خبردار کیجئے اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کیجئے'' (۷۲:۱-۳)۔

نہ صرف یہ بلکہ آپ کو متنبہ کر دیا گیا تھا کہ اگر آپ اس فرض کو پورا کرنے میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تو گویا آپ نے گواہی کا حق ہی ادا نہ کیا۔ ملاحظہ ہو:

''اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا وہ لوگوں تک پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ہی ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلے میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا'' (۵:۶۷)۔

اس فرض سے سبکدوش ہونے کا پیغمبرِ آخرالزماں ﷺ کو اتنا فکر تھا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر پہلی فرصت میں موجود امتیوں کو پکار کر کہا کہ قیامت کے دن ہر پیغمبرؑ سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نے اللہ کے دین کو اپنی اپنی امت تک پہنچا دیا' اسی طرح آپ سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا لہٰذا بتایئے کہ کیا میں نے رسالت کا حق ادا کر دیا؟ جب چاروں طرف سے جواب ملا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے بہترین طور پر پہنچانے کا حق ادا کر دیا تو چہرے مبارک کو تین بار اوپر نیچے کرتے ہوئے اور انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''اے اللہ گواہ رہنا' اے اللہ گواہ رہنا' اے اللہ گواہ رہنا'' لیکن ساتھ ہی اس عظیم فریضے کو امت کی طرف منتقل کرتے ہوئے فرمایا کہ پہنچاتے رہو خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی امت کو یاد دلا دیا کہ پیغمبری کا سلسلہ تو ختم ہونے والا ہے لہٰذا میرے جانے کے بعد سے اس فریضے کی انجام دہی تمہاری ہوگی' انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ قولی طور پر بھی اور فعلی طور پر بھی۔ نیز فعلی طور پر شہادت قائم کرنے کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے یہ جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں تک قوانینِ ہدایت صرف کتابی شکل میں بھیجنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ساتھ پیغمبرؑ صرف اسی لئے بھیجے کہ وہ ان قوانین پر عمل کر کے بھی دکھا دیں تا کہ کسی کو کل یہ اعتراض کرنے کا موقع نہ رہے کہ دیئے گئے قوانین تو تھے ہی نا قابلِ عمل۔ نیز اسی مصلحت کے تحت پیغمبر انسانوں ہی سے منتخب فرمائے۔

شہادتِ حق اور مسلمان

اس وقت دنیا کی آبادی لگ بھگ چھ بلین نفوس پر مشتمل ہے جن میں سے تقریباً ڈیڑھ بلین مسلمان ہیں۔ دوسرے لفظوں میں دنیا کی صرف ایک چوتھائی آبادی ایسی ہے جو ایسے

گھرانوں میں رہتی بستی ہے جن میں کسی نہ کسی رنگ میں الہامی نظام کی سُو بُو ہے۔ وہ خود نہیں تو ان کے قرب و جوار میں قرآنِ حکیم پڑھا جاتا ہے' نمازیں ادا کی جاتی ہیں' اذانیں سنی جاتی ہیں' زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کہا جاتا ہے' روزے رکھے جاتے ہیں' فریضۂ حج ادا کیا جاتا ہے' پیدا ہونے پر بچے کے کانوں میں اذان کہی جاتی ہے اور مرنے پر جنازے کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ انہیں اٹھتے بیٹھتے کہیں نہ کہیں سے سزا و جزا' محشر' قیامت' دوزخ' جنت وغیرہ کی بازگشت سنی جاتی ہے۔ اگر ان میں سے کچھ اسلامی احکامات کی پوی طرح پابندی نہیں کر رہے تو یہ ان کا اور ان کے رب کا معاملہ ہے لیکن ان پر حقیقت ضرور منکشف ہو چکی ہے اور نہیں تو حجت بہر حال قائم ہو چکی ہے۔ اس کے برعکس تین چوتھائی یعنی مذکورہ قسم سے تین گنا آبادی ایسی ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے بے بہرہ ہے۔ ٹھیک ہے اس آبادی میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو قرآن ''اہل کتاب'' سے موسوم کرتا ہے اور ان کے ہاں الہامی نظام کی کوئی نہ کوئی بگڑی ہوئی شکل موجود ہے لیکن ان کی فلاح و کامیابی کا دارومدار بھی اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور آخری رسول ﷺ پر ایمان لانے سے ہی ممکن ہے۔ پھر اہل کتاب کے علاوہ کروڑوں انسان ایسے ہیں جو الہامی نظام سے کلیۃً نا آشنا ہیں۔ وہ بھی انسان ہیں' آلِ آدم کے رکن ہیں' قیامت کے دن ان کی بھی فرداً فرداً جوابدہی اسی طرح ہونی ہے جس طرح مسلمانوں کی لیکن ظاہر ہے مسلمان تو مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے فائدے میں رہے لیکن غیر مسلم ہیں کہ بغیر کسی اپنے گناہ کے محض اتفاقی پیدائش کی وجہ سے اس فائدے سے محروم رہے۔ آج کا محمد دین اور عبدالرحمٰن بھی تو کسی ہندو یا چینی گھرانے میں پیدا ہو کر رام چند اور لیو ہانگ ہو سکتا تھا اور اسی طرح سے اس کے الٹ۔ پھر کیوں ایسا ہو کہ محض پیدائش کی وجہ سے کچھ لوگ تو دوزخ کے مستحق قرار پائیں اور کچھ دوسرے جنت کے۔ اگر عدل و انصاف نامی کچھ اوصاف ہیں تو کم از کم یہ تو ضرور ہو کہ کوئی نظام ایسا موجود ہو جو اس بات کی ضمانت دے کہ الہامی نظام کا فلسفہ' خدائے بزرگ و برتر کی رضا' گناہ و نیکی کی تشخیص' غرض انسان' کائنات اور اللہ کے تعلق کا حقیقی علم ان تمام انسانوں تک بھی پہنچے جو اتفاقیہ غیر مسلم گھرانوں میں پیدا ہو گئے ہوں۔ دعوت الی اللہ اگر پہنچ جائے اور وہ خود اس طرف مائل نہ ہوں تو یہ علیحدہ بات ہے۔ پھر ان کا معاملہ

وہ جانیں اوران کا رب۔ لیکن اگران تک حقیقت کا شعور پہنچتا ہی نہیں تو لامحالہ ان کو اس درجے کا مجرم نہیں گردانا جاسکتا جس درجے کے کہ وہ ہوسکتے ہیں جن تک پیغام تو پہنچ گیا لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے یا اپنے ارادہ وانتخاب کی اہلیت کی بناپر اپنے سابقہ نظام (بلکہ بدنظمی) پر مطمئن رہے۔ گو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایسے لوگ جن تک پیغام نہیں پہنچ سکا کلیۃً تو نہیں چھوٹ سکتے کیونکہ انہیں ارادہ وانتخاب اور عقل وشعور کی جو قوتیں اور اہلیتیں دی گئی تھیں ان سے کام لیتے ہوئے ان کا بھی فرض تھا کہ وہ اندھے بہرے چوپائیوں کی طرح اس زندگی کے دن نہ گزار جاتے لیکن بایں ہمہ حجت تو بہر حال ان پر قائم نہیں ہوسکی اور اس بناپر وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں عذر تو ضرور پیش کریں گے۔ دوسری طرف جیسا کہ ہم اوپر ذکر کرآئے ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ نظام ضرور برپا کررکھا ہے جس میں اگر کوتاہی نہ ہو تو ہر غیر مسلم تک دعوت الی اللہ کا پہنچنا ممکن ہے۔ ٹھیک ہے پہلے یہ فریضہ پیغمبروںؑ کے ذمے ہوتا تھا لیکن آخری پیغمبرﷺ کے دور کے بعد سے یہ فریضہ شریعتِ مطہرہ کی رو سے تاقیامت اپنے اپنے وقت کے مسلمانوں کو منتقل ہوتا رہے گا۔ دوسرے لفظوں میں آج کے مسلمانوں پر یہ "حقِ عظیم" ہے جو کہ انہیں ادا کرنا چاہئے اور اگر مسلمان یہ حق ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ یہ غیر مسلموں کی گمراہیوں اور غلط کاریوں میں خود شامل ہو جاتے ہیں بلکہ جتنی عدم اتمام حجت کی بناپر غیر مسلموں کو قیامت کے دن رعایت ملے گی اتنی ہی متعلقہ وقت کے مسلمانوں کی گرفت شدید تر ہوگی۔ اگر اس معاملہ میں ایک پیغمبر یعنی یونسؑ سے قدرے چوک ہوگئی تو وہ گرفت سے نہ بچ سکے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان اس سے محض اپنی خوش فہمیوں کی وجہ سے بچ جائیں گے۔ پھر آپ خود ہی انصاف کریں کہ اگر ایک آدمی باہوش وحواس ایک بچے کو آگ کے الاؤ کی طرف لپکتے دیکھتا ہے لیکن اسے آگے بڑھ کر بچاتا نہیں بلکہ نظارہ بینی سے محض لطف اندوز ہوتا ہے تو کیا ایسا انسان انسانیت کی کوئی ادنیٰ رمق کا حامل ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ کیا کوئی نظامِ عدل موجود ہو تو اسے شدید ترین سزا کا مستحق نہیں ٹھہرائے گا؟ اسی سلسلہ میں درج ذیل مثال قابلِ غور ہے:۔

کنوئیں کے مالک نے ملازم کو تاکید کردی کہ دیکھو یہ لورَسہ اور یہ لوڈول' اس وادی کا

کوئی شخص پیاسا نہ رہ جائے۔ مشکیزہ اٹھانا اور ہر تشنہ لب تک خود پہنچنا' ایسا کرو گے تو انعام پاؤ گے' ایسا نہ کر سکے تو تجھے سزا سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اب کیا ہوگا معاملہ ایسے ملازم کا جس کے سامنے تشنہ لب جان جانِ آفریں کے سپرد کر رہے ہوں اور وہ ٹس سے مس نہ ہو' اسے فخر تو ہو کہ وہ بے آب و گیاہ وادی میں کنوئیں تک کا حامل ہے۔ بڑھکیں تو مارے کہ رسہ بھی اس کے پاس ہے اور ڈول بھی لیکن ہوا اتنا ظالم کہ خود پانی لے کر پیاسوں تک پہنچنا تو در کنار' کنوئیں پر تھکے ماندے تشنہ لب پہنچنے والوں کو رسے اور ڈول سے محروم رکھ کر مرنے دے۔ کیا ایسا ملازم کسی ذرا سی ہمدردی اور نرمی کا مستحق ہوگا؟ مالک کے سامنے تو وہ ہزاروں پیاسے اس ظالم کا دامن پکڑ کر زبانِ حال سے آہ و بکا کریں گے کہ اس ملازم کو سخت ترین سزا سے نوازا جائے۔ ظاہر ہے پھر مالک ایسے نافرمان و ناہنجار سے کیا سلوک کرے گا؟

قرآن حکیم ڈنکے کی چوٹ پر مطلع کرتا ہے کہ مسلمانو! تمہارے رب نے تم کو پہلی امتوں سے مختلف بنایا ہے یعنی تم کو نکالا ہی لوگوں کے لئے گیا ہے کہ تم ان تک الہامی نظام کی پیغام رسانی کا فریضہ ادا کرو۔ پیغمبروںؑ کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد کوئی انسان ایسا نہ رہ جائے جو کل قیامت میں میرے حضور یہ شکوہ کرے کہ اس کے کانوں تک تو ایسے نظامِ عدل وقسط کی بھنک تک نہیں پہنچ پائی۔ اے آخری پیغمبر ﷺ کے پیروکارو! تمہارا مقصدِ وجود ہی یہ ہے کہ تم شہادتِ حق کا فریضہ ادا کرو۔ میرے وہ بندے جو براہِ راست مسلمان گھرانوں میں پیدا نہیں ہو سکے ان کو دعوت الی الحق دو' انہیں الہامی نظام سے روشناس کرو۔ ابلاغ کی تیسری کڑی تم ہو' اس کڑی کا حق ادا کرو' جس طرح پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری کی سعادت کے ساتھ ساتھ رسالت کی بھاری ذمہ داری کا حامل بھی بنایا ٹھیک اسی طرح تم کو امتِ وسط تو بنایا گیا۔ خیرِ امت سے تو نوازا گیا لیکن اس سعادت کے ساتھ ساتھ ابلاغ کی بھاری ذمہ داری کا حامل بھی بنایا گیا' ہنگامی بنیادوں پر اس ذمہ داری کو ادا کرو۔ بلاؤ لوگوں کو حق کی طرف' بتا دو انہیں کہ ان کا رب کیا چاہتا ہے؟ یاد رکھو! پیغمبروں نے اپنی پوری پوری زندگیاں اس ذمہ داری کے نبھانے میں کھپا دیں' شب و روز ایک کر دیا' جانیں دے دیں لیکن اس فرض سے سرِ مو پیچھے نہ ہٹے مبادا کہ کہیں کتمانِ حق کے جرم کی زد میں آ جائیں۔

پیغمبروں کی طرح اس امت نے حق کو قول اور فعل دونوں ذرائع سے لوگوں تک پہنچانا تھا یعنی قولی شہادت بھی قائم کرنی تھی اور فعلی بھی۔ قولی شہادت کا حق یہ تھا کہ ہم زبان سے، قلم سے، ذرائع نشر و اشاعت سے اور دیگر وسائل ابلاغ سے دینِ حق کو دوسروں تک پہنچاتے۔ ایسے دلنشیں پیرائے میں بات کرتے، ایسی مدلل تحریریں لکھتے کہ حق حق اور باطل باطل ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہ جاتی۔ دوسروں کی سنتے، ان کے دلائل کو پرکھتے، ان کی تنقید پر سر نہ پٹختے بلکہ ٹھنڈے دل سے اور شیریں بھرے انداز میں اس کا جواب دیتے۔ حق آخر حق ہے باطل کب تک اس کی تاب لاتا۔ ہمارے چھاپہ خانے، ہمارے ریڈیو، ہمارے اخبار، ہماری انجمنیں، ہمارے ادارے غیر مسلموں کے سے نہ ہوتے بلکہ ان کا کوئی مشن ہوتا ان کا کوئی نشانہ ہوتا، ان کی کوئی منزل ہوتی، بحر و بر، کوہ و دمن اور کائنات کا چپہ چپہ پکار اٹھتا کہ ہاں کسی گواہی دینے والے نے گواہی دی ہے۔

فعلی اور عملی طور پر ہمارا کردار، ہمارا اخلاق، ہمارا رہن سہن، ہماری پارلیمنٹ، ہماری حکومت، دوسروں کے لئے ہماری خیر خواہی اور ہمدردی کی تڑپ زبانِ حال سے گواہی دیتی کہ جس نظام کو ہم اپنائے ہوئے ہیں اسی میں دنیا کی نجات ہے، وہی دنیا کے سکون کا باعث بن سکتا ہے اسی میں ہر کس و ناکس کی آبرو محفوظ ہے، وہی عصمتِ نسواں کا نگہبان ہے، وہی نوجوانوں کی صحیح رہبری کر سکتا ہے، وہی والدین کو ان کا حق دلوا سکتا ہے۔ اسی میں غریب کی فلاح مضمر ہے، وہی یتیموں کی ڈھارس بندھا سکتا ہے اور وہی بیواؤں کی دستگیری کر سکتا ہے۔ دنیا والوں کے لئے ہمارا ہر دائرہ کار اور طرزِ زندگی حوالے کی حیثیت رکھتا۔ ہماری عدالتیں عدالت کا، ہماری درسگاہیں سیادت کا، ہمارے دفاتر نظامت کا، ہمارے کارخانے صنعت و تجارت کا، ہمارے لٹریچر صحافت کا اور ہمارا کردار صداقت کا وہ نمونہ پیش کرتے جو نظامِ خلافت کا طرۂ امتیاز ہے۔ ایک عرصہ ہمارے ان شعبہ ہائے کار نے جب دنیا والوں کی رہنمائی کی تو دنیا کی امامت بھی ہمارے ہی ہاتھ میں تھی۔ تہذیب غالب تھی تو ہماری اور تمدن افضل و اعلیٰ تھا تو ہمارا۔ جن اصولوں کو ہم اپناتے تھے واقعات کی دنیا میں وہی حق تھا۔ ہم نے انفرادی طور پر ہی نہیں اجتماعی طور پر ایک اسلامی مملکت قائم کر کے دکھا دیا کہ کس طرح دجلہ کے کنارے ایک بکری کے بچے تک کی نگہداشت کا حق ادا کیا جاتا ہے؟

کس طرح خلیفۂ وقت کا دامن پکڑ کر پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ کے اپنے حصے میں آنے والے کپڑے سے تو آپ کا یہ چوغا نہیں بن سکتا تھا' تو نے اسے بنانے کا کیسے بندوبست کرلیا؟ سپہ سالارِ افواج کو ایک ادنیٰ سپاہی کی ڈیوٹی دے دی جاتی اور ایک ادنیٰ سپاہی کو سپہ سالار بنا دیا جاتا تو کہیں سے کسی تعجب و برگشتگی کا مظاہرہ دیکھنے میں نہ آتا۔ زکوٰۃ کی رقم ہاتھ میں لئے زکوٰۃ دینے والے لینے والوں کو ڈھونڈتے پھرتے لیکن زکوٰۃ لینے والا کوئی ملتا ہی نہ۔ خلیفۂ وقت اپنے ہی لختِ جگر کو کوڑے لگاتا ہوا دیکھا گیا کیوں کہ اس سے ایک اجتہادی لغزش ہوگئی تھی۔ گناہ کے مرتکب لوگ خود حاضر ہو ہو کر اپنے کیئے کی سزا بھگتنے پر آمادہ ہو جاتے مبادا کہ وہ کل کو اللہ کی عدالت میں مجرم گردانے جائیں۔ خلیفۂ وقت اور اس کا ایک ادنیٰ غلام سفر کرتے وقت باری باری گھوڑے پر سوار ہوتے' حتیٰ کہ جب غیروں کے دیس پہنچے تو استقبال کرنے والے حیران رہ گئے کہ گھوڑے پر سوار تو غلام اور پیدل چلنے والا خلیفہ اور خلیفہ بھی وہ کہ جس کی دھاک مغرب و مشرق میں مان لی جا چکی ہے۔ پھر کس طرح کسریٰ و ایران کے فرستادے آ کر مخبری کرتے ہوئے پائے گئے کہ جن نفوس قدسیہ سے ان کی افواج کو سامنا ہے وہ دن کے مردِ میدان ہیں تو رات کے سجدہ گذار۔ دن کو دوسروں کی گردنیں جھکانے والے کیسے اپنی گردنوں کو رات بھر اپنے خالق کے حضور جھکائے رکھتے ہیں؟ کس طرح وقت کے داہر کو اس لئے سبق سکھایا گیا کہ جب اسے شر پسندوں کی سرکوبی کے لئے کہا گیا جنہوں نے چند راہ گیر خواتین پر پھبتیاں کسی تھیں تو وہ طاقت کے نشے میں خاطر خواہ جواب نہ دے پایا؟ وہ دعوت الی اللہ کا اثر نہیں تھا تو کیسے چند سالوں میں مسلمانوں کی حکومت مشرق سے مغرب تک ایک وسیع علاقے پر پھیل گئی؟ کیوں بار ہا ایسا ہوا کہ جن علاقوں میں عساکرِ اسلامی نے پیش قدمی کی وہاں کے مکینوں نے مسلمانوں کو نجات دہندہ سمجھ کر خود ان کا استقبال کیا؟ شہادتِ حق اور کیا ہے کہ ذمیوں نے بار ہا اپنی عدالتوں کی بجائے انصاف حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کی عدالتوں کا رجوع کیا؟ کشتیاں جلا کر آگے بڑھنے والے کیوں کر فاتح نہ ہوتے جبکہ وہ جو سچ لے کر آئے تھے اس پر آخری شہادت دینے پر تُل گئے؟ آخر دشمن بھی تو جنگ لڑتے تھے لیکن جاں بلب ہونے کے باوجود ان کو پانی کا پیالہ اپنے ساتھیوں کی پیاس بجھانے کے لئے کہاں

گردش کرتا ہوا نظر آیا؟ عین دورانِ جنگ کس نے بچوں' بوڑھوں' عورتوں بلکہ درختوں اور فصلوں تک کا خیال رکھا؟ غرض سیرت و کردار کی مثالیں قائم کیں تو کس نے اور ربِ کعبہ کی بڑائی کی شمعیں روشن کیں تو کس نے؟

دورِ حاضر کے مسلمان شہادتِ حق کے علمبردار یا شہادتِ زور کے مرتکب

آیئے ذرا امتِ وسط اور خیر امۃ کے حامل آج کے مسلمانوں کے فریضۂ شہادت کا بھی جائزہ لیں۔ کہیں انہوں نے بھی یہود و نصاریٰ کی طرح جن سے امامت عالم کا منصب چھین کر ان کے سپرد کیا گیا تھا' منکر کو معروف اور معروف کو منکر تو نہیں کرلیا؟ اس معاملے میں سب سے پہلے سیاسی افق پر نظر دوڑائیں۔ ہماری سیاست کا مرکزی ادارہ خلافت تھا' وہ کہاں ہے؟ کس سرزمین پر اسے ڈھونڈیں؟ ایران میں' عراق میں' مصر میں یا شام میں؟ آخر یہ علیحدہ علیحدہ مملکتیں کہاں سے آگئیں؟ خلافت اور غلبۂ اسلام تو لازم و ملزوم تھے' اس مرکزیت کو توڑنے والے کون ہیں؟ انتشار و افراتفری کا دور دورہ کیوں ہے؟ علیحدہ علیحدہ ستاون مسلمان حکومتیں کس قرآن کی تعلیمات کے مطابق ہیں؟ محمد رسول اللہ ﷺ پر اترنے والا قرآن تو ''وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا'' کا درس دیتا ہے۔ پھر یہ بات تو دور بستیوں میں رہنے والا بدّو بھی جانتا ہے کہ طاقت اتحاد میں ہے اور کمزوری انتشار میں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جتنی اس وقت مسلمان مملکتیں ہیں' تقریباً اتنے ہی ان کے سیاسی کعبے ہیں۔ کسی ایک کا منہ مشرق کی طرف ہے تو دوسری کا مغرب کی طرف۔ دنیا کے بڑے بڑے سیاسی شعبدہ باز اپنے مفادات کی خاطر ان کو وہ تگنی کا ناچ نچاتے ہیں کہ خدا پناہ! اس وقت دنیا میں جتنے بھی حساس خطے ہیں' جہاں کہیں جنگ ہو رہی ہے یا جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں' وہ سب مسلمانوں کی سرزمینیں ہیں۔ فلسطین ہو یا افغانستان' عراق ہو یا کشمیر' صومالیہ ہو یا لبنان گھر لٹ رہا ہے تو مسلمانوں کا اور گت بن رہی ہے تو اسلام کے نام لیواؤں کی۔ حقیقت میں آج کی بڑی طاقتوں نے مسلمان ممالک کو اپنی تجربہ گاہیں بنا رکھا ہے۔ جہاں وہ اپنے نت نئے تیار کردہ توپ و تفنگ کی کارکردگی کو آزماتے رہتے ہیں۔ ارزانی ہے تو خونِ مسلم کی اور ویرانی ہے تو خانۂ مسلم کی!

سیاسی افق سے ہٹ کر ذرا منبر و محراب کے وارثین کی طرف دیکھیں تو مایوسی میں مزید

اضافہ ہوتا ہے۔قرآن وسنت کے ان حاملین پر شہادت علی الناس کی سب سے بھاری ذمہ داری عائد ہوتی تھی' انہوں نے ہی سیاست دانوں کی راہ میں حائل ہو کر ان کے رخ کو سیدھا رکھنا تھا لیکن یہاں کا باوا آدم ہی نرالا نکلا۔ ماسوائے چند ہستیوں کے جنہوں نے کچھ نہ کچھ راست روی کی تلقین کی بیشتر ایک دوسرے کے خلاف محاذ بنا بیٹھے۔ اداروں' مدرسوں اور خودساختہ نظریات کی بنیاد پر گروہ بندی بلکہ جتھا بندی کے مرتکب ہوئے۔ آخر یہ شیعہ' یہ دیوبندی' یہ بریلوی' یہ اہلحدیث وغیرہم کس قرآن سے ماخذ ہیں؟ قرآن کریم جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تھے وہ تو دوٹوک کہتا ہے ''ولاتفرقوا''۔ کیا یہ ارض وسما کے مالک کا آرڈیننس نہیں؟ کیا اس مالک کے حکم کی خلاف ورزی کفر تو نہیں ہے؟ انہوں نے تو متفق ہو کر ایک پلاننگ کے تحت حکمت اور اچھی نصیحت سے اللہ کے دین کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا تھا لیکن ان کی صرف اتنی پرواز کہ ایک دوسرے کا ہی گریبان چاک کرنے میں لگ گئے؟ محاذ آرائی ہے تو اس مسجد کے خطیب کی محلّہ ہی کی دوسری مسجد کے خطیب کے خلاف اور مورچہ بندی ہے تو نام نہاد ایک مکتبۂ فکر کے مفتی کی دوسرے مکتبۂ فکر کے مفتی کے خلاف۔ دنیا ومافیہا سے بے خبر کہ اللہ کے کروڑوں انسان چشم براہ ہیں کہ ان تک اللہ کے دین کی بات پہنچے۔ اپنے پڑوسی مسلمان ہی کو راہ راست پر لانے کی دھن میں یہ بھول ہی گئے کہ شہادت علی الناس کیا ہے؟ امتِ وسط کے کیا فرائض ہیں اور خیر امۃ کو کس مقصد کے لیے نکالا گیا ہے؟ آپ چراغ لے کر ڈھونڈتے پھریں آپ کو ایک عالم وزاہد ایسا نہیں نظر آئے گا جس کے حلقہ اثر میں چینی یا جاپانی' فلپائنی یا امریکی وغیرہ سبھی شامل ہوں۔ خطیبِ شعلہ بیاں منبر پر زور آزمائی تو کر رہا ہے لیکن اپنے ہی قرب وجوار کے کسی خطیب کے خلاف۔ عوام کو گروہوں اور فرقوں میں بانٹ کر یوں زہر گھول دیا گیا ہے کہ کوئی ایک کسی دوسرے کی بات تک سننے پر آمادہ نہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو یوں گردانتا ہے جیسے کسی دوسرے مذہب کا فرد۔ بین الاقوامی اور آفاقی دین کو اداروں اور مکتبوں کی بنیاد پر تقسیم کرنے والے کیا شہادت علی الناس کا فرض ادا کر رہے ہیں یا شہادتِ زور کا؟ لوگوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹا کر پگڈنڈیوں پر لئے پھرنے والوں کو کیا کل عدالتِ عظمیٰ میں پیش نہیں ہونا؟ کیا کروڑوں تشنہ لب انسانوں کے ''حقِ عظیم'' کو اس طرح لوٹایا جاتا

ہے؟ معروف کومنکر اور منکر کو معروف بنانا اگر یہی نہیں تو اور کیا ہے؟ خدائے بزرگ و برتر تو کائنات کی افضل ترین ہستی کو متنبہ فرما رہا ہے کہ اے رسول! اگر تو نے شہادتِ حق کی امانت کو اس کے حقداروں کی طرف نہ لوٹایا تو تو نے حقِ رسالت ہی ادا نہ کیا۔ رسالت کی تیسری کڑی کے حاملین (امتِ وسط) کو کیا یونہی چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ بہت بڑے بڑے مفسرینِ قرآن اور مہا شیوخ الحدیث تھے؟ اپنوں کو ہی تلقین و وعظ کی صورت میں طعن و تشنیع' آخر دوسروں پر حجت قائم کرنے کے لئے کیا کوئی سماوی مخلوق آئے گی؟

حکمرانوں اور علمائے کرام کے بعد تیسرا طبقہ جو کچھ اثر کا حامل ہوتا ہے وہ ہے اعیانِ حکومت کا' حکومت کے ملازمین کا۔نوکرشاہی کے حامل ان مسلمانوں کو ہونا تو چاہئے تھا خدمت گارو مددگار لیکن ہیں یہ مخدوم وفرمانروا۔آپ مغرب سے مشرق کی طرف سفر کر دیکھیں' مغرب میں آپ کسی دفتر میں چلے جائیں آپ کا کام ساعتوں میں بھی ہوگا اور ساتھ ہی آپ کا کام کرنے والے آپ کا شکریہ بھی ادا کریں گے کہ وہ کوئی نہ کوئی آپ کی خدمت کرنے کے قابل ہو سکے۔ جونہی آپ مسلمان ملکوں میں داخل ہوں گے' بس کایا ہی پلٹ جائے گی۔آپ کو معاً احساس ہوگا کہ کچھ حیوان کرسیوں پر براجمان ہیں۔ جن کا کام تنخواہ وصول کر کے لوگوں کے کاموں میں روڑے ہی اٹکانا ہے۔اول تو بتا دیا جائے گا کہ متعلقہ کلرک آج چھٹی پر ہے۔اگر کلرک کہیں سے بھولا بھٹکا آ دھمکا تو فائل فوراً غائب۔ جب تک آپ سے چائے پانی کا عہد و پیمان ہو نہ جائے گا' بس ہر چیز غائب رہے گی۔ دنوں کا کام ہفتوں اور ہفتوں کا کام مہینوں بلکہ سالوں میں ہوگا اور کبھی بھی نہ ہو تو بعید نہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حقِ شہادت کیا مغرب کا کلرک کر رہا ہے یا یہ بزعمِ خویش بخشا بخشایا مسلمان؟ آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ ان دونوں میں سے کون شہادتِ زور کا مرتکب ہو رہا ہے؟ اللہ کرے کہ آپ کو کسی تھانے تحصیل یا کچہری سے واسطہ نہ پڑے ورنہ چند منٹوں میں آپ کو روشنی ہو جائے گی کہ آپ کا واسطہ مسلمان تو درکنار انسانوں تک سے نہیں' وحشیوں اور درندوں سے ہے جو ابھی آپ کی تکا بوٹی کئے دیتے ہیں۔آہ!

یہ مسلمان ہیں کہ جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

پھر کسی ملک میں بااثر طبقہ ہوتا ہے تاجروں کا' صنعت وحرفت کے مالکوں کا۔ دنیا بھر کی منڈیوں میں چلے جائیں' پہلے تو آپ کو کسی مسلمان کا تیار کردہ سامان ملے گا ہی نہیں اور اگر ملے گا تو ہر سابقہ پڑنے والا اس کے معیار کا شاکی ہوگا۔ کوئی پیکنگ جس پر کسی مسلمان ملک کا نام لکھا ہوگا محض اس لئے رد کردی جائے گی کہ کیا پتہ چائے کی بجائے کہیں بورا ہی نہ پیک کر دیا ہو۔ شہد کی بجائے کہیں شیرا ہی سے نہ واسطہ پڑ جائے۔ کیا یہ شہادتِ حق ہے یا شہادت زور؟ کیا یہی ہے وہ امانت ودیانت کا معیار جس کی طرف دنیا والوں کو دعوت دینی ہے؟ کیا خیرامت کو اسی لئے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے؟ کیا یہ حق کو باطل اور باطل کو حق کرنے والے میدانِ محشر میں یہی شہادت قائم کرنے کے لے بلائے جائیں گے؟ دنیا میں تو آپ کا کپڑا فروخت نہیں ہوتا جب تک جاپانی دھاگے کا ساتھ ساتھ ورد نہ ہو۔ آپ کا مطب بلکہ کلینک نہیں چل سکتا جب تک ساتھ ساتھ چینی طریقہ علاج کا اشتہار نہ ہو۔ اے امت وسط! یہ کیسی شہادتِ علی الناس اور کیسی دعوت الی الحق ہے؟

تھا جو نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا

پھر آپ عام مسلمان کا جائزہ لیں۔ مسلمان ہے کیوں کہ کسی نور دین کے گھر پیدا ہو گیا ہے۔ مسلمان ہے کیونکہ نام نعیم اللہ ہے۔ قرآن اس لئے نہیں پڑھتا کیونکہ گمان یہ لئے بیٹھا ہے کہ یہ مولویوں ہی کے بس کی بات ہے یا اسے بتا دیا گیا ہے کہ آپ کی عقل کے خانے میں اتنی استطاعت ہی نہیں کہ ایسا اونچا کلام سمجھ سکے۔ حالانکہ قرآن خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں آسان ترین زبان میں آسان ترین ہدایت کا مجموعہ ہوں۔ تقریباً اسّی فیصد مسلمان تو قرآن کو ویسے ہی اپنے بس کی چیز نہیں سمجھتے۔ گمان کئے بیٹھے ہیں کہ بس یہ منبر ومحراب والوں کی ہی اجارہ داری ہے۔ باقی میں سے اکثر اگر توجہ کرتے ہیں تو یا تو تعویذ گنڈے کے لئے یا اپنے حریف مکتبۂ فکر کو مات کرنے کے لئے اور یا پھر محض دکانداری چمکانے کے لئے یعنی وہ مقاصد حاصل کرنے کے لئے جنہیں قرآن خود ''متاعِ قلیل'' کے نام سے موسوم کرتا ہے۔

پھر معاشرت کو لے لیجئے' ہماری بیٹھکیں' (بلکہ ڈرائنگ روم) اس وقت تک نہیں سجتیں جب تک ان

کی سج دھج مغرب والوں کی سی نہ ہو' ہمارے غسلخانے (بلکہ باتھ روم) تبھی کچھ وقعت کے حامل ہوں گے اگر انہیں دساور سے درآمدہ مال سے ہی سجایا جائے۔ ہم جب تک اپنی بول چال میں انگریزی کو غلط ملط نہ کرلیں' اس وقت تک ہماری شخصیت کی دھاک ہی نہیں بیٹھتی۔ بلکہ مہذب کہلوانے کی دھن تو لہجہ تک سفید چمڑی والے کا اپنانے پر مجبور کرتی ہے۔ چارپائی کو بیڈ کہیں تو بات بنتی ہے۔ قمیض ترقی کر کے شرٹ بن گئی ہے اور تو اور کھانے کے اوقات بریک فاسٹ' لنچ اور ڈنر کا روپ دھار گئے ہیں۔ بچے کے لئے ابو کہنا تو گالی کے مترادف ہوا' کوئی کیا کہے گا کہ کمبخت اتنا غیر مہذب ہے کہ ڈیڈی بھی نہیں کہہ سکتا؟

مجموعی صورتِ حال

یہ ہے وہ صورتِ حال جس سے امتِ مسلمہ آج مجموعی طور پر دوچار ہے۔ اس میں کیا شک رہ گیا ہے کہ جسے ''خیر امت'' بننا تھا وہ ''شرِ امت'' بن کر رہ گئی ہے' جسے اللہ کی آخری کتاب ''امتِ وسط'' جیسے عظیم لقب سے نوازتی ہے وہ امت اب افراط وتفریط کا روپ دھار گئی ہے جس نے اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچانا تھا وہ خود اللہ کے دین کو چھوڑ کر باطل ادیان اپنانے کے درپے ہے۔ جس امت کو انبیاءؑ ورسلؑ کا وارث بنایا گیا تا کہ وہ رسالت وابلاغ کی تیسری کڑی کا فریضہ ادا کرے وہ خود بھٹک کر بلکہ ٹھٹک کر رہ گئی ہے۔ جسے دنیا کی قوموں اور امتوں کی رہنمائی کرنا تھی وہ خود چوراہے پر کھڑی سوالیہ نشان بن گئی ہے کہ:

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

کس بل بوتے پر یہ کل اللہ کی عدالت میں شاہد بن کر کھڑی ہوگی۔ کیا ان نام نہاد مسلمانوں کے کھاتے میں ان تمام انسانوں کے گناہوں کا حصہ نہ ہوگا جن تک یہ دعوتِ حق پہنچانے سے قاصر رہے؟ کیا یہ صرف یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم تیرے محبوب کی امت سے ہیں؟ کیا محبوب ﷺ اس دنیا میں ہی ڈنکے کی چوٹ نہیں کہہ گئے تھے کہ جو فلاں کردار رکھتا ہو وہ ہم میں سے نہیں اور جو فلاں خوبیوں کا عادی ہو' ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں؟ انہوں نے تو برملا اپنی

چہیتی بیٹی فاطمہؓ کو کہہ دیا تھا کہ اے فاطمہ! اللہ کے ہاں آپ کی رہائی آپ کے عملوں پر ہوگی۔ پھر یہ یہود و نصاریٰ بھی تو اسی بھول میں تھے کہ چونکہ ہم ''فلاں'' ہیں اس لئے ہم بخشے بخشوائے ہیں بلکہ دوسروں تک کو دعوت دیتے تھے کہ اگر نجات حاصل کرنی ہے تو ہم میں آملو بس پھر کسی عملِ خیر کی ضرورت نہیں، تمہارا بوجھ کوئی اور ہی اٹھائے گا۔ وہ تو یہاں تک زعم رکھتے تھے کہ کوئی دوسرا جو یہود و نصاریٰ میں شمولیت کی سعادت حاصل نہیں کریگا کبھی جنت میں جا ہی نہیں سکتا۔ ملاحظہ ہو قرآنِ عظیم: ''ان کا کہنا ہے کہ کوئی شخص جنت میں نہ جائے گا جب تک کہ وہ یہودی یا (عیسائیوں کے خیال کے مطابق) عیسائی نہ ہو، یہ ان کی تمنائیں ہیں، کہو کہ اپنی دلیل پیش کرو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو'' (۲:۱۱۱)

اس کے برعکس قرآن ان سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

''دراصل نہ تمہاری کوئی خصوصیت ہے نہ کسی اور کی حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے اس کے لئے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے اور ایسے لوگوں کے لئے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں'' (۲:۱۱۲)

پھر چونکہ قرآن یہود و نصاریٰ کی جملہ کارستانیوں کے بعد نازل ہوا لہٰذا اللہ پاک نے اس میں ان کی بابت دوٹوک اعلان فرما دیا کہ ان کا اللہ کے چہیتے اور بیٹے ہونا تو درکنار، یہ اس وقت تک کسی اصل کے حامل ہو ہی نہیں سکتے جب تک کہ جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہیں کرتے۔ فرمایا: ''صاف کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب! تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں'' (۵:۶۸)

اس میں شک کی کیا گنجائش ہے کہ ہمارے کتمانِ حق اور شہادت زور کا مرتکب ہونے کی بنا پر آج کوئی وحی لانے والا وحی لاتا تو ضرور اعلان کروا دیا جاتا: ''کہ اے مسلمانو! تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ قرآن اور اُن دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں''۔

ہماری دیگر تصانیف

قیمت	مصنف	نام کتاب
50روپے	چودھری رحمت علی	کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)
250روپے	چودھری رحمت علی	کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)
50روپے	چودھری رحمت علی	جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)
50روپے	چودھری رحمت علی	خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)
15روپے	چودھری رحمت علی	اسلام پر کیا گزری؟
20روپے	چودھری رحمت علی	شہادت علی الناس۔ ہمارا فرضِ منصبی
15روپے	پروفیسر عبدالجبار شاکر	خلافت راشدہ
20روپے	چودھری رحمت علی	عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام
125روپے	مہندس محمد اکرم خان سوری	قرار دِ مقاصد میں وائرس
50روپے	ڈاکٹر نجم الدین	انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت
250روپے	ڈاکٹر نجم الدین	الہ العالمین اور انسان

نوٹ:۔ پورا سیٹ -/800 روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250 روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارُالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔ فون 0300 - 8425428

Mobile No.0300-8425428
0301-7339377
Phone No.042-35134061

Monthly
SABAQ PHIR PARRH
Lahore

Regd: CPL No. 91
Web: alburhanq.com
Email: khalafat@hotmail.com

قرآن کی دعوت انسانیت کے نام

''اے انسانو! اپنے رب العزت (حاکمِ اعلیٰ) کی عبادت (دینِ الاسلام/حاکمیت قائم) کرو جو ذاتِ گرامی تمہارے اور تم سے پہلے لوگوں کے خالق (پیدا کرنے والے) ہیں۔ تاکہ تم انجامِ بد سے بچ جاؤ۔'' (البقرہ:21)

''اے نبی مکرم! آپؐ اعلان فرمادیں اے اہلِ کتاب! آؤ اس کلمہ (طیبہ۔ لا اِلٰہ اِلا اللہ) کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے بغیر کسی کی عبادت (کسی کا دین/حاکمیت قبول) نہ کریں۔ اور نہ ہی اس عبادت (قیامِ دین وحاکمیتِ الٰہی) میں کسی کو (اللہ کا) شریک بنائیں۔ اور نہ ہی کسی کو یا خود کو ہم اللہ رب العزت کے بغیر رب (حاکمِ اعلیٰ) بنائیں۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو ان سے کہہ دیں...... کہ تم گواہ رہنا کہ ہم نے تو دینِ الاسلام قبول کرلیا ہے۔'' (آلِ عمران:64)

''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے (دینِ باطل چھوڑ کر دینِ اسلام قبول و اختیار کیا) اور اعمالِ صالح کیے (قیامِ دین وخلافت کے لئے اقدامات کیے ان سے) اللہ رب العزت وعدہ فرما چکے ہیں کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائیں (حاکمیت کا اختیار دیں) گے جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین (الاسلام) کو تمکنت عطا کر کے مستحکم کر دیں گے جسے ان کے لئے اللہ پسند فرماتے ہیں اور ان کے (دشمن سے) خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دیں گے' وہ میری عبادت (دین کو قائم/حاکمیت قائم) کریں گے' میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں (کسی اور دین/نظام کو قبول نہیں کریں گے) گے' اس (عبادت/قیامِ دین وخلافت) کے بعد جو لوگ کفر (انکارِ دینِ حق) کریں گے وہ یقیناً فاسق (غدار و باغی) ہیں۔'' (النور:55)

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارُالسّلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0301-7339377